ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور مالکیت

نماز — زکوٰۃ — روزہ — حج — قربانی جس کے مظاہر ہیں

خطبہ جمعۃ المبارک ۷ ر رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ

محترم بزرگو! قرآن مجید تمام عالم کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ مسلمان قوم اگر دنیا میں عزت مند اور کامیاب ہوئی تو قرآن کی بدولت ہوئی۔ آج بھی ہم قرآن مجید کی نعمت کی برکت سے سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اگر قرآن مجید کی روشنی میں قدم بڑھائیں۔ ہم نماز کی ہر رکعت کی سورۃ فاتحہ میں

نماز میں مغربی تہذیب سے پناہ

اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگتے ہیں۔ کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا دے آگے کہتے ہیں، صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اے اللہ ہمیں راستہ ان لوگوں کا بتلا جن پر تیری نعمت ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین جن پر خداوند کریم کا انعام واکرام نازل ہوا ہے۔ اور ان لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا غضب اترا ہے۔ اور جو قومیں گمراہ ہو کر سیدھے راستے سے بھٹک چکی ہیں — تقریباً تمام مفسرین مغضوب علیھم اور ضالین کا مصداق یہود و نصاریٰ بیان کرتے ہیں۔ یہی یہود و نصاریٰ آجکل مغربی تہذیب کے علمبردار ہیں۔ خاص طور سے امریکہ اور برطانیہ — اللہ تعالیٰ علیم، خبیر، عالم بما کان و ما یکون ہیں۔ انکو معلوم تھا کہ امت محمدی کے لئے سب سے بڑا فتنہ یہی تہذیب ثابت ہوگی۔ اور مسلمانوں کو خدا سے برگشتہ کرنے والی قوم یہی یہودی اور عیسائی بنیں گے۔ آج ہماری تہذیب و تمدن، لباس و پوشاک، کھانا پینا، تجارت، زمینداری تعلیم اور ملازمت سب یورپی تہذیب میں رنگے ہوئے ہیں۔ جو ضالین یعنی عیسائیوں کی تہذیب ہے۔ عیسائی اتوار کے دن گرجا جاتے ہیں۔ ہم میں سے

اکثر ان سے دو قدم آگے ہیں۔ سال بھر میں صرف عید کے دن ممکن ہو تو عید گاہ میں چلے جائینگے۔ گویا عیسائیوں اور بھنگیوں سے بھی نیچے ہو گئے۔ جمعہ کی عبادت بھی چھوڑ دی، عید کی تقریب بھی۔ میلہ، تھیٹر اور سینما اور جوا بازی کے لئے مخصوص کی گئی، جو یہود و نصاریٰ کی تقریبات کا حال ہے۔ گویا مذہب بھی ان کے طرز طریقے پر ہے وہ کھڑے ہو کر کھانا کھائیں تو ہم بھی۔ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کریں تو ہم بھی۔ وہ بے حیا رہو جائیں تو ہم بھی بے حیا ہوئے۔ اور جتنا بے حیا ہوئے اتنا ہی کامیاب، جنٹلمین، مہذب کہلائے۔ گویا معاشرہ میں قدر و عزت والا وہ ہے جو پورا فرنگی طرز پر ہو۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ وہ اقوام ہیں جن کے ہاتھوں تاحیات مسلمان لغزش کھاتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہمیں راہ راست سے ہٹاکر ہلاکت و بربادی کی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ اس لئے خدا نے پہلے سے پنج وقتہ نمازوں کی ہر رکعت کے لئے جو دعائیں ہمیں بتلا دیں ان میں بنیادی بات یہی یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے بچنے کی دعا ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسے بار بار دہرانے کا حکم ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو ہر وقت تنبیہ ہوتی رہے کہ ان مغضوب علیہ اور گمراہ اقوام کی تقلید اور پیروی سے اجتناب کرنا چاہئے۔ پھر ہر رکعت میں

عبادت کس ذات کی زیبا ہے؟

خداوند کریم سے ہمارا یہی وعدہ ہوتا ہے کہ ایاک نعبد کہ ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔ نہ بت پرست ہیں نہ آتش پرست نہ یہود و نصاریٰ کیطرح دیگر مادی اشیاء کو اپنا معبود بنانے والے ہیں عبادت تو اس ذات کی ہوگی جو ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہو۔ اور وہ اللہ رب العزت ہی ہے۔

قل اللھم مالک الملک تو تی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیئ قدیر۔ (تو کہہ اے رسول اللہ ملک و سلطنت کا مالک ہے۔ تو ہی جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)

اگر ساری مخلوقات جمع ہو کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے اور اگر ساری مخلوقات ضرر اور نقصان پہنچانا چاہے، اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہ پہنچا سکے۔ پس لازم ہے کہ ایسے مالک کی عبادت کی جائے ـــ اس واسطے ہم اللہ ہی کی عبادت کا عہد ایاک نعبد سے کرتے ہیں۔ اس عبادت کے کئی مظاہر ہیں۔ اور سب سے بڑی عبادت اور اس کا مظہر اتم نماز ہے۔ نماز میں جتنی عجز و تواضع اور اظہار عبدیت اور احتیاج ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

کی عظمت اور استغناء کا جتنا اعتراف ہوتا ہے۔ اسطرح کسی اور عبادت میں نہیں ہو سکتا ۔ تو مسلمان اپنی عاجزی اور انتہائی تواضع اور تذلل اور ادب و احترام کا اظہار نماز میں اللہ ہی کے سامنے کرتا ہے۔ کہ اے اللہ میں ایک قیدی محکوم اور غلام ہو کر تیرے سامنے دست بستہ حاضر ہوں جیسے تیرا حکم ہوا ایسا ہی کرتا ہوں، جھکتا ہوں، کھڑا ہوتا ہوں، کبھی رکوع، کبھی سجدہ کبھی قعدہ میں ہوتا ہوں۔ جو بندگی کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں ـــــ بندہ خداوندکریم کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرتا ہے ـــــ اس وجہ سے نماز خداوند تعالیٰ کی صفت جلال کا مظہر ہے۔ وہ بادشاہ ہے، مالک ہے، نفع ونقصان اور تمام قوت و طاقت کا ـــ اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں بن سکتا۔ اتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم ولا یضرکم شیئاً۔ (کیا تم عبادت کرنے لگے ہو اس چیز کی جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان) ایک انتہائی وفادار غلام بھی اپنے آقا کے سامنے ایسے ادب و تعظیم سے پیش نہیں ہو سکتا جسطرح مسلمان نماز میں پیش ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و سلطنت حشمت و عزت کا تقاضا ہے کہ پورے ادب کا مظاہرہ کریں ـــ تو نماز مظہر جلال بھی ہے ـــــ

زکوٰۃ

قاعدہ ہے کہ آقا وفادار خادم کو خزانہ کا امین مقرر کرتا ہے۔ مسلمان نے نماز کی شکل میں جب وفاداری کا حلف اٹھایا تو خدا نے خزانہ بھی اس کے سپرد کر دیا ـــ قرآن مجید میں اقیموا الصلوٰۃ کے بعد اتوا الزکوٰۃ کا حکم ہے۔ جسکی باہمی مناسبت یہی ہے ـــــ معلوم ہوا کہ جو صحیح نمازی ہوگا وہ مالدار بھی ہوگا۔ مال کا مالک رب العزت ہے۔ اور بندہ امین و خزانچی ہے۔ مال کا مالک نہیں۔ تو جو بندہ اپنے کو مال کا مالک نہیں سمجھتا ہے۔ وہ مالک کے حکم پر فوراً مال اسکے سپرد کر دے۔ اور جو شخص مال کو اپنا مملوک جانیگا، وہ کہے گا۔ کہ میں اپنے مال کو دوسرے کے حکم پر کیوں دوں ـــ تو زکوٰۃ دینا علامت ہے کہ مالدار اپنے کو مالک نہیں سمجھتا تو رب العزت کی صفت مالکیت کا تقاضا ہے۔ کہ زکوٰۃ دیں۔ جیسے آج کی حکومتیں حاکمیت ہی کی وجہ سے مالیہ اور محصول وصول کرتی ہیں۔ حکومت والے اگر کرسی سے ہٹ جائیں تو ان کا کوئی حق نہیں رہتا نہ مانگ سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی دیتا ہے۔ یہ حکومت کی طاقت، اور دباؤ کا تقاضا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ تو سارے بادشاہوں کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ہے اگر مجازی حاکم ہمارے اموال کا کوئی حصہ ہم سے لے سکتا ہے تو کیا احکم الحاکمین مالک حقیقی کا کوئی حق نہ ہوگا؟ کاشتکار زمیندار یعنی مالک زمین کو حصہ دیتا ہے کہ ملکیت زمین اسکو حاصل ہے۔ جسکا تقاضا ہے کہ وہ اپنا حصہ لے

تو کیا جسکو سارے جہان کا مالک سمجھا جاوے اور وہ واقعی سب سے بڑا حاکم ہے اور طاقت والا ہے تو کیا بندہ ایسے حاکم اور مالک کا مقرر کردہ حصہ عشر، ربع، ربع الخمس، خمس، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی وغیرہ بخوشی ادا نہ کرے گا ـــــ؟ جس طرح موت وحیات، تندرستی، عزت و ذلت کا وہی مالک ہے۔ اسیطرح وہ رحیم وکریم بھی ہے۔ بندہ پر اس کے احسانات وانعامات کا کوئی حد وحساب نہیں، شمار سے باہر ہیں۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ (اگر تم اس کے احسانات شمار کرنا چاہو تو نہ گن سکو۔)

انعاماتِ خداوندی

بارش بند ہو تو وہی برساتا ہے۔ خشک سالی ہو تو وہ مہربان آقا اپنے غلاموں کی بےکسی پر رحم کرکے آباد سالی کر دیتا ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے ہمیں بطن مادر میں رکھا۔ نو ماہ تک لطیف غذا دیتا رہا۔ اسی جگہ سردی اور گرمی سے ہماری حفاظت کرتا رہا، جبکہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہ تھی۔ مگر غذا ملتی رہی۔ جس وقت اس زمین میں آئے تو مشفق مہربان ماں کے سینے میں دودھ کے چشموں کا انتظام فرمایا۔ دانت نہ تھے۔ نہ کچھ غذا کھا سکتے تھے۔ نہ ہضم کر سکتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے خون کو لبنِ خالص میں تبدیل فرماکر دو ڈھائی سال تک ہمیں خوراک سے بےفکر رکھا۔ جوان ہونے تو دیکھا کہ زمین پر ہمارے لئے دریا جاری ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں۔ قسم قسم کی سبزیاں، میوے اور غلے اگتے ہیں۔ آسمان پر چاند، سورج، تارے بنے ہیں۔ جو سب کے سب ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر وقت ہر آن ہر سیکنڈ میں ظاہری وباطنی نعمتوں کی بارش ہے۔ اپنی آنکھوں کو دیکھئے کیا عجیب روشنی ان سے نکل رہی ہے۔ کان کو دیکھئے کیا عجیب مشین ہے۔ کہ بغیر بیٹری اور بجلی کے آنکھ اور کان کام کر رہے ہیں۔ اپنی زبان کو دیکھیں کیا عجیب پٹرول اس میں خدا نے ودیعت کیا ہے۔ کہ مسلسل چلتی رہتی ہے۔ مگر سوکھتی نہیں۔ غرض سر سے پاؤں کے ناخنوں تک کروڑہا انعام ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا کی زندگی کو ہم نے سب کچھ فرض کر لیا ہے۔ اور آگے کا خیال تک نہیں نہ اس کا احساس ہے۔ کہ منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اس کے احسانات کا کیا شکریہ ہم نے ادا کیا۔ غرض جب خداوند تعالیٰ علیم ہے۔ اور کمال جمال کا مالک ہے۔ اور اس کے احسان وکرم کی کوئی حد نہیں، رحمٰن ورحیم ہے تو اسکی شان معشوقیت اور محبوبیت کی ہوئی۔ حسن اور جمال اور کمال واحسان کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ انتہائی محبت پیدا ہو۔ اور اسکی محبت میں بندہ سرشار رہے۔ تو روزہ اور حج اسکی شانِ جمالیت کا مظہر ہیں ـــــ

روزہ

ایک عاشق مجازی کے لئے درجہ عشق کی ابتداء یہ ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے کاموں کا سارا نظام الاوقات ہی بدل جاتا ہے۔ طبیعت مضمحل اور پژمردہ رہتی ہے۔ اٹھنے بیٹھنے سونے میں فرق آجاتا ہے۔ محبوب کے تصور اور خیال میں مستغرق رہتا ہے۔ لذائذ حیات ترک کر دیتا ہے۔ حلال خواہش بھی پوری نہیں کرتا۔ اس کا کسی سے سروکار نہیں بلکہ اسے اگر کوئی گالی دے یا چھیڑے، جھگڑا کرے تو وہ جھگڑتا نہیں، نہ گالی گلوچ دیتا ہے۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کے اس عاشق کی ہو جاتی ہے جس کا نام روزہ دار ہے۔ نہ کھانا نہ پینا نہ خواہشات کی پرواہ۔ روزہ ترک اکل و شرب اور ترک جماع اور راتوں کو جاگنے سے عبادت ہے۔ پھر جب کوئی اس سے جھگڑتا بھی ہے تو یہ جواب نہیں دیتا۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا: فان سابّہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم۔ (پس اگر کوئی اسے گالی دے یا اسے مارے پیٹے تو یہ کہے میں تو روزہ دار ہوں) روزہ دار سے کوئی جھگڑے یا اسے گالی دے تو وہ جواب نہیں دیتا کہ میں تو روزہ سے ہوں مجھے ان دھندوں سے کیا غرض ۔۔۔۔ اس کے عشق کا پہلا مرحلہ رمضان کے پہلے بیس دن ہیں جن میں نہ دن کو کھانا پینا نہ رات کو آرام۔ دل کا لگاؤ کسی دوسری ذات سے ہے۔

اعتکاف

عشق نے ترقی کی بیس تاریخ کو گھر بھی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور مسجد میں جو خدا کا گھر ہے ڈیرہ ڈال دیتا ہے۔ اب رات کو اہل وعیال سے اختلاط کی جو گنجائش تھی وہ بھی ختم ہوئی، اور دنیا کے تمام غیر ضروری مشاغل بھی ممنوع ہوئے ۔۔۔۔ اعتکاف عکوف سے ہے جس کا معنی ہے اپنے آپ کو بند کرنا۔ اس لئے اس کا ثواب حج اور عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ آج حج کرتے میں کتنے موانع اور مشکلات ہیں۔ تو رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف جس نے کیا اسے حج جتنا ثواب حاصل ہوا گو اس سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔ مگر ثواب اتنا ہی ملے گا۔ نوافل فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی نے ہزار نیکیاں بھی نوافل کی شکل میں کیں تو اسکی وجہ سے کسی فرض عبادت سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا۔ بہرحال ثواب مل جائیگا۔ محبت خداوندی کا پہلا اثر ابتداء رمضان سے شروع ہوا کہ اس کا دل غیر اللہ سے اچاٹ ہوا تھا۔ مگر اہل وعیال کیساتھ کچھ مخالطت تھی۔ مگر اب تو بیان تعلق کو بالکل بند کر دیا۔ گھر جانا، بازار جانا، دنیاوی مجالس میں بیٹھنا بھی چھوڑ دیا کہ اے اللہ میں تو تیرے در پہ پڑا ہوں۔ جبتک بخشش نہ ہوگی اور رضا حاصل نہ ہوگی تیرے در سے بستر نہ اٹھاؤں گا۔ آج بھی اگر کسی سے جان بخشی کرائی جائے تو اس کے ڈیرہ پر بستر جما دیتے ہیں۔ وہ پہلے آزماتا ہے کہ سچا ہے یا نہیں۔ پھر جب اسکی صداقت ظاہر ہو تو

سنگدل سے سنگدل بھی معاف کر دیتا ہے۔ تو بندہ اللہ تعالیٰ سے جو رحمان و رحیم ہے معافی مانگتا ہے کہ اسے اللہ ہر طرح خطاوار ہوں، معاف فرما دے۔ پھر اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ رمضان المبارک کی ہر رات اسکی طرف سے مغفرت و بخشش کے لئے اذنِ عام ہوتا ہے۔ اور حسب ارشاد نبویؐ ہر رات قبیلہ بنو کلب کے ریوڑ کے بالوں کی تعداد میں مجرم اور گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ تو کیا وہ اپنے اس بندہ کی بخشش نہیں کریگا۔؟ یقیناً بخشے گا۔ اعتکاف کی اس اہمیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت زور دیا۔ یہاں تک کہ عورتیں بھی گھروں میں اعتکاف کر سکتی ہیں۔ محلہ کی مسجد میں اگر کم از کم ایک شخص نے اعتکاف کیا تو سنت کفایہ پر عمل ہوا۔ سب کا ذمہ فارغ ہوا۔ ورنہ سارا محلہ یا سارا گاؤں تارک سنت ہوگا۔ جیسا کہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ بعض نے ادا کیا تو ٹھیک ورنہ سارا گاؤں گنہگار ہوگا۔ اسی طرح علم دین کا حصول فرض کفایہ ہے کہ ہر ملک اور ہر علاقہ میں ایک ایسی جماعت ہو کہ وہ زندگی علم حاصل کرنے اور اپنی قوم کی رہنمائی اور ہدایت میں خرچ کرے۔ ورنہ سارا علاقہ سارا ملک اور پوری قوم گنہگار اور تارک فرض ہوگی۔ جو جماعت حصول علم دین میں زندگی صرف کر رہی ہے۔ وہ پوری قوم اور پورے ملک پر احسان کر رہی ہے۔ یہی حال معتکف کا ہے۔ کہ اس نے مسجد میں اعتکاف کیا تو خود بھی مستحق اجر ہوا۔ اور لوگوں کا ذمہ بھی فارغ کرا دیا۔ کہ سب کو ترک سنت سے بچا لیا۔ اس وجہ سے ہندوستان میں لوگ اعتکاف کرنے والوں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ لوگ بڑے بوڑھوں کو راضی کرکے منت سماجت کرکے مسجد میں بٹھا دیتے کہ سب کا ذمہ فارغ ہو۔

حج

الغرض عشق اور محبت الٰہی کی جو آگ رمضان المبارک سے بھڑک اٹھی تھی، وہ سلگتی رہی۔ عشق میں ترقی ہوتی رہی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا اس کے بعد گھر بار بھی۔ مگر جب عشق کا غلبہ اور زیادہ ہوا تو گھر بار کے ساتھ گاؤں، ملک اور وطن سے بھی دستبردار ہوا۔ اب عشق جب آخری مرحلہ پر پہنچا تو محبوب حقیقی کی تلاش میں ملک ملک اور صحرا بصحرا پھرنے لگا۔ اس حالت میں نہ اسے آرام و راحت کا خیال ہے۔ نہ اپنی صفائی اور زیب و زینت کا، نہ دوکان کی خبر ہے نہ زمین اور تجارت کی۔ اسی خیال سے در بدر مارا مارا پھرتا ہے۔ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ بدن میلا کچیلا ہے۔ [illegible] ہیں، جو کپڑے پہنے ہیں، تمام سے کسی چیز کی خبر نہیں۔ اگر کسی نے مارا پیٹا، گالیاں دیں، تو جواب نہیں دیا۔ عشق کو ترقی ہے جیالی اور نفس پرستی کا خاتمہ تک نہیں عشق کی یہ حالت اسلام میں حج سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور رمضان کا مہینہ ختم ہوتے ہی اشہر حج

شروع ہو جاتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آ بیٹھا تو وہاں سے خیال آیا کہ خدا کا گھر اور محبوب کی تجلیات کا ایک بڑا مرکز تو خانہ کعبہ ہے۔ تو محبوب کی تلاش میں سرگرداں سفر حج پر روانہ ہو جاتا ہے تصور یار میں مجنون کی طرح نغمے الاپتا ہے۔ وہ عشق میں پرند چرند سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے

باللہ یا ظبیات القاع قلن لنا   لیلای منکن ام من البشر

اے آہوان صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دیجیو کہ لیلی تم میں سے ہے یا انسانوں کے سے ہے۔

مگر اس عاشق حقیقی کا نغمہ تو تلبیہ ہے۔ لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک —— جب اسکے گھر پر نظر پڑ جاتی ہے تو دیوانہ وار اسکا طواف کرنے لگتا ہے۔ کبھی ایک کونہ اور کبھی دوسرا چھوتا ہے۔ کہ کہیں معشوق کا سراغ لگ جائے۔

عرفات پھر وہاں سے خیال آیا کہ شاید آبادی سے باہر محبوب ملے تو دیوانگی میں صحرائے عرفات پہنچتا ہے۔ وہاں سے مزدلفہ اور منیٰ غرض جہاں بھی امید لگے وہاں ڈیرہ ڈالتا ہے کہ وصال اور رضائے محبوب حاصل ہو—— درمیان میں ناصح نادان نے ملامت شروع کر دی یعنی ابلیس دل میں وساوس ڈالنے لگا کہ یہ عشق تمہیں کہاں کہاں پھرائے گا۔ اس عشق نے تو تمہیں دیوانہ بنا دیا۔ اس عبدیت خداوندی کے چکر سے نکل آؤ تو عاشق خداوندی سات پتھروں سے اسے مارنے لگتا ہے جس کا نام ہے رمی جمرات۔

قربانی عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہو جائے۔ جیسے پروانہ عاشق مجازی ہے شمع کا۔ تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی روشنی میں غوطہ لگا کر جان دیدیتا ہے۔ ع۔ کار عاشق خون خود بر پائے جانان ریختن —— تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کر دیتا ہے۔ مگر محبوب حقیقی کیطرف سے ندا اور آواز پہنچتی ہے —— کہ لاتقتلوا انفسکم تم اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اپنی جان کے بدلے کسی محبوب جانور دنبہ یا گائے یا اونٹ کو ذبح کر دو۔ یہ تمہاری جان کے بدلہ میں جان ہے۔ جو ہم تمہاری قربانی کی بجائے منظور کرتے ہیں۔ تو بھائیو! کسی کی فرمانبرداری کسی خوف یا طمع یا محبت کیوجہ سے کی جاتی ہے۔ خداوند کریم مالک نفع و ضرر ہے۔ تو خوف و طمع دونوں پائے گئے۔ اور موصوف باوصاف الکمالیہ ہے۔ اور محسن ہے۔ لہذا محبوب ہوئے۔ اور محبوب کی فرمانبرداری عاشق کیلئے موجب اطمینان و تسکین ہے۔ حج اور روزہ سراسر محبوب کے حسن و جمال کے جلوہ کا تقاضا ہے۔ اور اسکے فضل و کمال کا آئینہ دار ہے اور نماز و زکوٰۃ اسکی عظمت و جبروت اور جلال کا تقاضا اور اس لحاظ سے اسلام کی یہ اساسی عبادات ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبوب حقیقی کے جلال و جمال کا صحیح احساس اور بندگی کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔